علم و شرافت اور اخلاق کا چلتا پھرتا نمونہ

تحریر! حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی لاہو

۷ ستمبر کی شام انگریزی بلیٹن میں اور پھر ۹ بجے خبرنامہ میں ٹی وی نے ایک خبر نشر کی ۔ ہم تو نہ سن سکے لیکن جنہوں نے سنا وہ سکتے میں رہ گئے ۸ ستمبر کی صبح اخبارات نے یہ خبر دی کہ مولانا عبدالحق طویل علالت کے بعد پشاور کے خیبر ہسپتال میں انتقال کر گئے ۔ وہ جمعیت علماء اسلام (اصلی و حقیقی) کے سرپرست تھے ۔ اسمبلی کے ممبر رہ چکے ہیں ۔ ایک بڑے دارالعلوم کے بانی اور مہتمم تھے اور سینیٹر مولانا سمیع الحق کے والد ۔ ۸ ستمبر ہی کو ان کا جنازہ ہوا جس میں لاتعداد سرکاری عمائدین علماء ۔ طلبہ اور عقیدتمندوں نے شرکت کی ۔ ایسے بھی تھے جو سیاست میں ان کے حریف تھے ۔ اور ایسے بھی جو سالہا سال ان سے علمی استفادہ کر کے اب ان کے مدمقابل تھے ۔ انہیں اپنے ہی قائم کردہ "دارالعلوم حقانیہ" کے اس حصہ میں سپرد خاک کیا گیا جو "دارالحفظ" کے نام سے موسوم ہے اور جس میں صبح شام اور رات دن سینکڑوں بچے کلام الٰہی کے ردح پرور نغمے ہمیشہ ان کی آسودگی و راحت کا سبب بنتے رہیں گے ۔ اس سعادت پر وہ قابل رشک ہیں ۔ رب العزت انہیں حقیقی راحت نصیب کرے اور وہ اعلیٰ عظمتوں سے سرفراز ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید قوی ہے کہ ایسا ہی ہوگا کہ ان کی زندگی اسی کے نام کی سربلندی کے لئے وقف تھی ۔

احقر نے انہیں پہلی مرتبہ ایوب خان مرحوم کے ابتدائی دور میں اس وقت دیکھا جب وہ ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لاتے ۔ میں اپنے برادر بزرگ مولانا عزیز الرحمٰن سمیت حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے مدرسہ خیرالمدارس میں زیر تعلیم تھا عمر بہت کم ، شعور تو اب بھی نہیں جب کیا ہوگا ۔ میٹنگ میں مدرسہ دیوبند سے وابستہ سینکڑوں جید علماء شامل تھے تاکہ پاکستانی مدارس کا وفاق بن سکے ۔ سو وہ وفاق بنا جس کے پہلے صدر مولانا شمس الحق اور سیکرٹری مفتی محمود منتخب ہوئے ۔ مولانا مفتی محمد شفیع کراچی مولانا محمد یوسف بنوری ۔ مولانا احتشام الحق ۔ مجاہد آزادی مولانا فضل احمد کھڈہ کراچی ۔ مولانا محمد علی جالندھری ۔ مولانا غلام غوث ہزاروی ۔ مولانا محمد شفیع سرگودھا مولانا سیاح الدین کاکاخیل ۔ مولانا عبدالحنان ہزاروی اور ایسے ہی سینکڑوں ارباب علم و فضل تشریف لاتے ۔ وہ دن مدرسہ میں بہار رہی ۔ علم و شرافت اور اخلاق اور مروت کے کئی چلتے پھرتے نمونے سامنے تھے ۔ پیغمبر معصوم کے سچے اور مخلص امتی ۔ صحابہ کرام کے جانثار امام ابوحنیفہ کی فقہی بصیرت کے نمائندے ۔ حضرت مجدد الف ثانی رح کی ملی غیرت ۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے علمی و دینی غیرت کے وارث اور انگریز کے دور استبداد کی علمی و مجاہدانہ تحریک دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتگان سے وہ دن مدرسہ کی فضا معمور رہی اکثر حضرات کے چہروں کی داڑھیاں ان کے دل کی طرح اجلی اور سفید تھیں تو ان کی کمردں کی طرح اللہ تعالےٰ کے حضور خمیدہ ۔ لیکن سجدوں کے نقوش اور علم کا وقار ہر ایک کے بشرے سے نمایاں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسانی اخلاق و کمالات کا ہر ایک نمونہ ۔ آخر کو وہ پیغمبر انسانیت کے امتی تھے ۔ افسوس یہ سارا قافلہ وہاں چلا گیا جہاں سے کسی کی واپسی ممکن نہیں ۔ بزم علم سونی ہوگئی ۔ شرافت اٹھ گئی ۔ اخلاق کا جنازہ نکل گیا ۔ گویا

داتا داتا مر گئے پیچھے رہ گئے مکھی چوس

لگ بھگ تیس برس پہلے جو قافلہ دیکھا اب ان میں سے دو چار ہی باقی رہ گئے ۔ باقی سب کی گدیاں زاغ و زغن نے سنبھال لیں ۔ قرآن عزیز نے سورہ مریم میں چند انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد ان کے اخلاف کا ذکر کیا جو یاد الٰہی سے بے نیاز اور اخلاق و شرافت سے عاری تھے اور خواہشات کے پجاری ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوال پر فرمایا کہ علم کا اٹھنا یوں ہوگا کہ علماء اٹھا لئے جائیں گے پھر عوام کے مقتدا جاہل ہوں گے ۔ (ان کے ناموں کے ساتھ بے شک بڑے القاب سہی لیکن علم کی گہرائی و گیرائی اور غیرت سے محروم) یہ جاہل اپنی فتویٰ بازی سے اپنی اور دوسروں کی گمراہی کا سامان کریں گے

افسوس کہ سبھی باتیں پوری ہو رہی ہیں اور اکوڑہ خٹک کے اس درویش خدامست لیلائے علم کے مجنوں اور غیور عالم دین کے سانحہ ارتحال نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے ۔ اپنی ہوش کی زندگی میں اہل علم کے اتنے جنازے دیکھے اور اتنے آنسو بہاتے کہ اب تو آنکھیں بھی خشک ہو چکی ہیں ۔ مولانا کی ذات پر کتنی بھولی بسری یادیں سامنے آگئیں ۔ ملتان کے زمانہ میں جن لوگوں کا ہم نے بہت احترام دیکھا ان میں مولانا صاحب سرفہرست تھے اور جن لوگوں کے ذوق عبادت اور تواضع فروتنی کو بچشم سر دیکھا ۔ ان میں تو ان کا جواب نہ تھا وہ اس معاملہ میں سرفہرست تھے ۔ مدرسہ کے اساتذہ کی عنایت سے ہمیں ان طلبا میں شامل ہونے کی سعادت میسر آئی جو مہمانان عزیز کے لئے بطور خدام تجویز ہوتی ہم جیسے ادنیٰ درجہ کے طالب علموں کے ساتھ ان کا حسن سلوک ، محبت و محبت اور شفقت دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا کہ وہ میزبان ہیں اور ہم مہمان ۔ اب تو انسانی قدریں ایسے دم توڑ چکی ہیں کہ پیر صاحب ۴ فٹ اونچے مرصع تخت پر بیٹھتے ہیں تو غریب مرید نیچے زمین پر بلکہ ایسے پیران تسمہ پا بھی ہیں جو سال میں ایک دو مرتبہ مریدوں کو جھروکوں سے درشن کراتے ہیں ۔ اور غریب مریدوں کے نذرانوں پر اپنا حق سمجھتے ہیں ۔ اس جاگیرداری معاشرے کا پیر اور مولوی ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کی طرح دولت میں کھیلتا ہے اور داد عیش دیتا ہے جبکہ غریب مرید اور مدرسہ کا ستم رسیدہ طالب علم نان جویں کو ترستا ہے ۔ بقول اقبال رح کے ۔ مرید کا گھر (اور طالب علم کا کمرہ) تیل کے دیئے کو ترستا ہے تو پیر و مہتمم کے ہاں ولایتی قالین نصب ہوتے ہیں ۔ حالانکہ پیغمبر انسانیت کے لئے کوئی امتیازی مسند نہ ہوتی اور آپ کی آمد پر صحابہ کو قیام کی اجازت نہ تھی ۔ رفقا کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا باری باری سواری پر سوار ہونا اور اجتماعی کاموں میں شرکت پیغمبر معصوم کی سنت ہے لیکن افسوس کہ ان کا نام لیوا ان کی سنت و سیرت سے بابہرہ اور انسانیت دشمن قیصر و کسریٰ کے طریقوں کا علمبردار ہے ۔ اکوڑہ خٹک ۔ جس کے گلی کوچوں میں حضرت سید احمد شہید کے گھوڑوں کی چاپ آج بھی سنائی دیتی ہے اور جس کے دامن میں بہنے والے دریائے کابل کی موجیں سید صاحب کے رفقاء کے جذبہ جہاد و حریت کے گواہ ہیں اس اکوڑہ خٹک میں ہم نے مولانا کا ذاتی مکان دیکھا ۔ مکان کیا تھا ۔ ناتراشیدہ پتھروں کی دیواریں اور دور رفتہ کی چھتیں جن سے بوسیدگی ٹپکتی ۔ یاد ہے کہ دو مرتبہ اس مکان میں مولانا سے ملاقات ہوئی تا لین نہ پردہ ۔ نہ زندگی کی مروجہ آسائشیں ۔ گویا حقیقی معنوں میں مرد قلندر و فقیر ۔ جن کے ہاتھوں ہر سال مدرسہ میں اساتذہ ۔ طلبہ اور عمارات پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ ان کا اپنا "محل" یہ تھا ۔ ایمانداری

کی بات یہ ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا غلام محمد غوث ہزاروی کے بعد مولانا کا ایسا مکان دیکھا ۔ ہمارے بس میں ہوتا تو بخاری ہزاروی صاحب اور مولانا کے مکانات محکمہ آثار قدیمہ کے سپرد کر دیتے کہ آنے والی نسلیں دیکھ سکتیں کہ وقت کے عظیم خطیب علماء اور مدرس ان جھونپڑیوں میں رہتے ہیں ۔ لیکن ایسا ممکن نہیں اس لئے کہ وہ نہ مفکر .... تھے نہ تحریک پاکستان کے نامور کارکن ۔ نامور کارکن جب انگریز کے بوٹ چاٹ رہے تھے یہ درویشان خدامست اپنی جوانیاں جیل میں گزار رہے تھے لیکن وقت کا عجیب چلن ہے کہ سردار نشتر مرحوم کے بقول

ع منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے ۔

اور یا پھر یہاں انہیں منزل ملی جو اکبر الہ آبادی کے بقول " تھانے سے ڈرنے والے علماء " ہیں اور یا انہیں جنہوں نے اقبال و جناح سمیت ہر ایک کے ایمان کو تول کر اب وراثت سنبھال لی ہے ۔

مولانا دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز شاگرد اور اپنی ہی درسگاہ کے مایہ ناز استاد تھے ۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے عقیدت مند اور مرید ۔ مولانا کے فرزند اسعد مدنی اور مولانا احمد علی کے ہونہار فرزند عبید اللہ انور ان کے ایسے شاگرد تھے جو استاد پر جان سے نثار تھے تو استاد ان پر ۔ السید حامد میاں دیوبند کے دورکے اور عزیزی مولانا فضل الرحمن اکوڑہ کے دور کے فیض یافتہ ہیں لیکن انہیں منزل کا سراغ ملا تو ان کی رفاقت میں جن کے دور اقتدار پر کوئی تبصرہ نہ کرنا ہی بہتر ہے ۔ مولانا نے تقسیم کے بعد اکوڑہ خٹک میں جس درسگاہ کی بنیاد رکھی وہ مولانا قاری محمد طیب کے بقول پاکستان کا دیوبند ہے ۔ مولانا احمد علی ویسے ہی بڑے مہربان تھے لیکن مولانا سید حسین احمد مدنی جنہیں مولانا لاہوری اپنے مرشد جیسا گردانتے ۔ کی سفارش سے ۔ بلکہ حکم سے ۔ مولانا لاہوری آخری وقت تک مدرسہ کے سرپرست رہے ۔

مدرسہ کیا تھا ۔ ؟ ایک عظیم یونیورسٹی درجنوں اساتذہ عملہ کے کارکن اور ہزاروں طلبہ ۔ ملک کے مختلف حصوں سمیت افغانستان ۔ ایران اور روسی مسلم ریاستوں تک سے ان گنت طلبہ کھنچے چلے آتے ۔ وقت کے بہترین اساتذہ ۔ سادہ دل کش و خوبصورت عمارت جس کے ایک ایک چپے سے اس کے بانی کی سادگی عظمت ، خلوص اور شرافت ٹپکتی ، علماء رہے ایک طرف ملک کے حکومتی عمائدین ، سرکاری اعلیٰ اہل کار ، ججز اور ہر طرح کے لوگ اس دارعلم میں جانا ، اسے ایک نظر دیکھنا ۔ اس کے اساتذہ اور طلبہ سے ملنا اور سب بڑھ کر اس کے بانی کے حضور چند لمحات گزارنا اپنی سعادت سمجھتا ۔ مرحوم بھٹو کے آخری انتخابات میں مولانا جے یو آئی کے نمائندے تھے ۔ سرحد کے وزیراعلیٰ نصراللہ خان خٹک ان کے مدمقابل ۔ انہیں بھی بلا مقابلہ کامیابی کا شوق چرایا ۔ الیکشن کمیشن کو جعلی کاغذات ملے جن پر دستخط مولانا کے تھے لیکن کیسے ۔ مولانا عبدالحق مفتی محمود مرحوم نے لے کر بروقت اس کیس کی پیروی کے لئے کہا تو انہوں نے اسے اپنی سعادت سمجھا جسٹس سجاد احمد جان نے چیف الیکشن کمشنر کی حیثیت سے سماعت کی تو یہ جعلی حرکت کرنے والوں کو شرم دلائی اور اسے غیر جانبدارانہ کرسی " پر بیٹھ کر " جانب داری " کا مظاہرہ کیا ۔ لیکن یہ ان کی مجبوری تھی کہ وہ متعدد مرتبہ دارالعلوم حقانیہ کی چٹائی پر مولانا مرحوم کے حضور تلمیذانہ انداز سے بیٹھ چکے ہیں ۔ وہ مولانا کی عظمت کے معترف تھے انہوں نے جعلسازوں کو غیرت دلائی کہ تمہیں جعلی دستخط کرنے بھی نہ آئے ۔ بھلا اپنے دستخط کے ساتھ کوئی مولانا اور صاحب بھی لکھتا ہے ۔ ؟ کوئی گنوار بھی ایسا نہیں کرتا چہ جائیکہ مولانا جیسا صاحب علم و بصیرت ۔ اور یوں نصراللہ خان خٹک ہار گئے ۔ بعد میں کسی کے سوال پر انہوں نے کہا کہ اس بچے اور درویش سے مجھے بھڑا دیا گیا ۔ افسوس ۔ لیکن ان باتوں سے کون سبق حاصل کرتا ہے ۔ اگر سبق حاصل کیا جاتا تو ہمارے یہ حال کیوں ہوتے ۔ مولانا کے مدرسہ سے ہر سال سینکڑوں طلبہ فراغت حاصل کرتے لیکن طلبہ میں اسناد کی تقسیم کا مرحلہ کئی کئی سال بعد آتا ۔ ۲ برس قبل جو جلسہ میں نے دیکھا وہ ایک دن نماز ظہر سے قبل شروع ہوا اور دوسرے دن نماز ظہر کے قریب ختم ہوا اور اس طرح کہ رات دن جلسہ جاری رہا ۔ نمازوں کے علاوہ کوئی وقفہ نہ تھا ملک کے صف اول کے بہترین خطباء اور اہل علم مقرر تھے ۔ جلسہ بلا برچلتا رہا اور اپنے اپنے وقت پر تمام شرکاء کھانا بھی کھاتے رہے ۔ دو شام کے کھانے پر کم و بیش چالیس ہزار افراد شریک ہوتے ۔ کھانا بھی پروگرام کے مطابق جاری رہا اور جلسہ بھی ۔ اور کسی موقعہ پر بھی جلسہ میں ۱۵ ۔ ۲۰ ہزار سے کم سامعین نہ تھے ۔ درمیانی جاڑے کا موسم ، رات خاصی لمبی لیکن آفرین ہے سامعین پر اور سب سے بڑھ کر مولانا پر کہ ایک لمحہ کے لئے نہیں برابر نظم میں لگے رہے وہ مدرسہ کے منتظم ہی نہیں اعلیٰ درجے کے استاد حدیث بھی تھے اور مسجد کے ایسے خطیب بھی جن کی تقاریر میں علم تھا ، اثر تھا ۔ اور اگلے وقتوں کے خطباء و اکابر کی عظمت بھی ۔ ان کے خطبات کا مجموعہ چھپ چکا ہے جو بہت ہی قابل قدر ہے ۔ انہیں دو مرتبہ اسمبلی میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ پہلی مرتبہ ولی خان کے اہم فرد اجمل خٹک کو ان کے مقابلہ میں زبردست شکست ہوئی ۔ جس کا ردعمل سخت ہوا اور ولی خان جیسا سنجیدہ سیاست دان اپنے لب و لہجہ پر قابو نہ رکھ سکا اور مسلم لیگی زعماء کی طرح علماء پر برسنے لگا ۔ گو کہ بعد میں مفتی محمود مرحوم کی مخصوص سیاست نے پھر ولی خان کو جوڑ لیا اور اب انکا صاحبزادہ بھی اسی قافلہ میں ہے

حدیث نبوی کی معروف کتاب ترمذی کی شرح کی ایک جلد مولانا کی مرتبہ آ چکی ہے جو علوم ہندی کا خزانہ ہے ۔ افسوس کہ مکمل نہ ہو سکی ایسی ہی متعدد کتابیں مولانا کے حوالہ سے ہماری علمی لائبریری کا حصہ ہیں ۔ قدرت نے عجیب حوصلہ اور ہمت عطا فرمائی تھی ایک مرتبہ مولانا علیل کے مریض ہو کر کراچی ہسپتال میں زیر علاج تھے ہم اتفاق سے کراچی گئے تو ہسپتال جانا ہوا عصر کی نماز تکلیف کے باوجود مشترکہ جماعت کے ساتھ ادا کی ۔ فرائض دینی کا ایسا اہتمام کون کرے گا ۔ ؟

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے !

مولانا علم کی وادی کے انسان تھے اس لئے اسمبلی میں بھی اسی حوالے سے بولتے تھے ۔ ان کی کارکردگی مطبوعہ شکل میں موجود تھی ۔ علم کی چھاپ اور مروجہ پارلیمانی آداب پر انہیں بڑے بڑے جغادریوں سے زیادہ عبور تھا ۔

ان کا محبوب اور معصوم چہرہ ۔ سفید براق داڑھی ، پرنم آنکھیں ، شیرینی گفتار کی حامل زبان کیس کس کا رونا روئیں

مجنوں جو مر گیا تو جنگل اداس ہے ۔

ان کے فرزند لائق ، ہونہار اور سعادت مند ہیں مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے حکم سے ان کے فرزند مولانا سمیع الحق نے نازک وقت میں جے یو آئی کے جنرل سیکرٹری کا عہدہ سنبھالا گو کہ ہائی جیک شدہ دھڑے کے جنرل سیکرٹری کی اخباری اپروچ بوجوہ یاد ہے جس میں اخبارات کی مخصوص فطرت کا بھی حصہ ہے لیکن سمیع الحق نے اپنا لوہا منوالیا اور خوب ۔ اب اس کے سامنے یہ عظیم درسگاہ ہے اس کا منتظم ہے اس پھر تیلے ۔ چاق و چوبند اور صاحب علم صاحبزادے سے بڑی توقعات وابستہ ہیں ۔ اللہ کرے وہ عظیم باپ کا حقیقی جانشین ثابت ہو ۔